چند ہفتے دیارِ عرب میں

عمان سے بیت المقدس تک

قسط ۲

مولانا عبداللہ کاکاخیل
فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ

بدھ ۶ جولائی ۱۹۶۶ء

مدرج رومانی

آج صبح ہم "مدرج رومانی" دیکھنے گئے۔ "مدرج رومانی" عمان میں رومانی عہد کا مشہور قدیمی اثر ہے۔ یہ اس زمانے کا ایک تھیٹر ہے، جو پہاڑ کے دامن میں ایک بہترین محلِ وقوع میں واقع ہے۔ گول دائرے کی شکل میں اس کی چڑھتی ہوئی سیڑھیاں بیک وقت چھ ہزار سے زائد تماشائیوں کے لئے کافی ہیں۔ آج کل اس "مدرج" کو بعض خصوصی جلسوں اور اجتماعات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے عمان پہنچنے سے ایک دن قبل اس میں رابطۃ العلوم الاسلامیہ کیطرف سے سیرت النبیؐ کا جلسہ منعقد ہوا تھا۔

اس "مدرج" کے اطراف وجوانب میں پہاڑ کو تراش تراش کر رومیوں نے جو مکانات بنائے ہیں وہ آجکل محکمہ آثارِ قدیمہ کے دفاتر کے کام لائے جارہے ہیں۔ ہم ان دفاتر میں بھی گئے۔ اصحاب کہف کے غار، جسکا حال ہی میں اس محکمہ نے انکشاف کیا ہے، سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مدیر محکمہ کے فنی مساعد رفیق وفا الدجانی صاحب سے ملنے کا خاص طور پر شوق تھا۔ لیکن سوءِ اتفاق سے وہ "نابلس" گئے ہوئے تھے۔ محکمہ کے دوسرے ملازمین نے ہمیں دیکھ کر عربی عادات کے مطابق بڑی گرمجوشی سے "اھلاً وسھلاً، مرحبا بالضیوف الکرام" کے کلمات باربار دہرائے۔ ہمیں بٹھایا اور بڑی عزت، اکرام اور تواضع سے پیش آتے ہوئے

ہمارا شکریہ ادا کیا کہ ہم نے یہاں آکر ان کو ملاقات اور خدمت کا موقعہ دیا۔ ایک عیسائی خاتون اس استقبال میں سب سے زیادہ پیش پیش تھی۔ اس نے پوچھا کہ آپ شربت پینا پسند کریں گے یا چائے۔؟ ہم نے اول تو معذرت کی لیکن بالآخر اس کے مسلسل اصرار سے مجبور ہو کر شربت پینا قبول کر لیا۔ بظاہر حکومت کی طرف سے اس محکمہ کے ملازمین کو زائرین کے ساتھ اس خوش اسلوبی کے کے ساتھ پیش آنے کی خصوصی ہدایات ہیں ——— مردوں کے دوش بدوش عورتوں کو بھی اس قسم کے امور اور فرائض سونپنے کی وباء سارے اسلامی ممالک کو لپیٹ میں لے چکی ہے، جس کا سبب مغرب کی حیوانی تہذیب کی اندھی تقلید ہے۔

اصحاب کہف کا غار

رفیق وفا الدجانی صاحب کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ہم نے اس غار سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے انکی تالیف کردہ کتاب "اکتشاف کہف اہل الکہف" جو ہمیں دجانی صاحب کے دفتر سے دستیاب ہو گئی مطالعہ کرنے پر اکتفا کر لیا۔ نیز محکمہ کے دوسرے ملازمین نے بھی کچھ ابتدائی معلومات فراہم کیں۔

یہ غار عمان سے پانچ میل کے فاصلہ پر "رجیب" نامی بستی کے قریب واقع ہے: قریۂ سحاب" کو جانے والی بسیں اس کے قریب سے ہوتے ہوئے گذرتی ہیں ——— ہم ٹیکسی پر سوار ہو کر غار پہنچے۔ چوکیدار غار کا دروازہ بند کر کے کہیں چلا گیا تھا۔ اس کے گھر والوں نے دور سے ہمیں دیکھا اور چند منٹوں میں اس کی دو چھوٹی بچیاں چابی لیکر پہنچ گئیں اور ہمارے لئے غار کا دروازہ کھول دیا۔

یہ کافی کشادہ غار تھا۔ اس کے اندر چند مصلے اور قرآن مجید رکھے گئے تھے۔ ہم نے دو رکعت نماز نفل پڑھی اور قرآن مجید کی ان آیتوں کی تلاوت کی جن میں اصحاب کہف کا قصہ بیان ہوا ہے۔ اس موقعہ پر ان آیات کی تاثیر سے قلب کی کیفیت بالکل دگرگوں تھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے ان نیک بندوں کو جنہوں نے باطل کے مقابلہ میں حق پر ڈٹ کر خرق عادت صبر و استقامت کا ثبوت دیا ہے، ایسے ہی خرقِ عادت انعامات و اکرامات سے نوازا ہے۔

اس غار کے اوپر ایک مسجد اور ایک اس کے سامنے بنی ہوئی ہے۔ یہ مسجد بعد کے مسلمان بادشاہوں نے اس نصرانی معبد کی جگہ پر بنائی ہے جسکا ذکر قرآن مجید نے "لنتخذن علیہم مسجدا" کے الفاظ میں کیا ہے۔ غار چونکہ جنوب رو ہے، اس لئے دھوپ اس میں داخل نہیں ہو سکتی اور یہی وہ وصف ہے جو قرآنِ مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: وترى الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفہم ذات الیمین واذا غربت تقرضہم ذات الشمال۔ (اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے

بچ کر جاتی ہے ان کی کھوہ سے داہنے کو اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے ان سے بائیں کو)

وجانی صاحب نے اپنی کتاب "الکتشاف کہف اصل الکہف" میں اس غار کی فنی کھدائی کی وہ پوری داستان قلمبند کی ہے جسکی روشنی میں آثار قدیمہ کے یہ ماہرین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اصحاب کہف کے غار کے محل وقوع کے بارے میں جو متعدد روایات تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان میں صحیح روایت وہی ہو سکتی ہے۔ جو اس غار کا محل وقوع عمان کے قرب وجوار میں تبلاتی ہے۔ شہر افسس یا بعض دوسرے مقامات میں اصحاب کہف کیطرف منسوب جو غار پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی غار ایسا نہیں ہے جسکا اکتشاف اتنی علمی تحقیق اور ایسی فنی بحث و تنقیب پر مبنی ہو۔ بلکہ برعکس اس کے ان غاروں میں بعض وہ ضروری علامات مفقود ہیں۔ جن کا اصحاب کہف کے غار میں از روئے قرآن پایا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ وجانی صاحب نے دقیق علمی تقابل کرتے ہوئے کئی وجوہ سے "کہف افسس" وغیرہ کا غار اصحاب کہف ہونا تحقیق کے خلاف ثابت کیا ہے۔

جمعرات ۷ر جولائی ۱۹۶۶ء

قلعہ عمان اور اس کا عجائب خانہ

عمان کے قابل دید مقامات میں سے ایک عمان کا قدیم ترین قلعہ ہے۔ یہ قلعہ کو زیادہ دور نہیں۔ لیکن سہولت کے لئے ہم ٹیکسی پر سوار ہو کر گئے۔ یہ شہر کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس کے اردگرد تمام اطراف میں سوائے شمالی جانب کے خندق کھدی ہوئی ہے۔ نیز اس کے اردگرد پہاڑیوں پر کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ جو بظاہر ان سلسلہ وار قلعوں کے اجزا ہیں۔ جو شہر کی حفاظت اور دفاع کیلئے اس کے اولین بانیوں "عمونیوں" نے تعمیر کرائے تھے۔

عمان کا عجائب خانہ اسی قلعہ میں واقع ہے، اس عجائب خانہ میں ارض اردن کے وہ قدیمی آثار رکھے گئے ہیں۔ جو ماہرین آثار کی مسلسل وپیہم کوششوں کے بعد یہاں دریافت ہوئے ہیں۔ ان آثار میں مختلف عہدوں کے سکے، کتبے، نقوش، مجسمے، برتن، حیوانات کی ہڈیاں اور دوسری کئی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ عجائب خانہ میں بہت ہی قدیم زمانے کی ایک قبر بھی منتقل کر دی گئی ہے، جس سے اس زمانے کی تدفین و تکفین کی رسوم و تقالید پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ قبر ایک گنبد نما کمرے کی شکل ہے جس میں ایک خاندان کے کئی افراد چھوٹے بڑے اور مرد و زن یکے بعد دیگرے دفن کر دئے گئے ہیں۔ ہر مردے کے سامنے میز پر اسکی خورد و نوش کا سامان

پڑا ہوا ہے۔ نقش و نگار کی ان چیزوں میں خاندان کے افراد کے مراتب کے اعتبار سے تفاوت کا خیال رکھا گیا ہے۔ ماہرین آثار نے یہ بوسیدہ اور خاک شدہ ہڈیاں اور قبر کی دوسری چیزیں عجائب خانہ میں منتقل کر کے بالکل اسی ترتیب کے ساتھ اصلی قبر کا ماڈل بنا کر اس میں رکھ دی ہیں۔

بحرمیت کے مخطوطات

عجائب خانہ کے عجائبات میں ہم نے بحر میت کے مخطوطات بھی دیکھے۔ آج سے دو ہزار سال قبل کے یہ مخطوطات علمی دنیا میں بڑی قدر و قیمت رکھتے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے مختلف ملکوں میں متعدد بار ان کی نمائش کرائی گئی ہے۔ اور اب بھی وقتاً فوقتاً مختلف مناسبات میں ان کی نمائش ان ملکوں میں کرائی جاتی ہے۔

ان مخطوطات کے انکشاف کا قصہ بھی عجیب ہے۔ ایک چرواہا اپنی گمشدہ بکری کی تلاش میں بحر میت کے کھنڈرات کے قریب ایک پہاڑ کا چکر لگا رہا تھا۔ چلتے چلتے وہ ایک ایسی چٹان پر جا پہنچا جس کے نیچے ایک بڑا غار تھا۔ چرواہے نے ایک پتھر اٹھا کر اس غار میں پھینک مارا۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جبکہ اس کو ایسی آواز سنائی دی جیسا کہ کوئی مٹکا ٹوٹ گیا ہو۔ وہ اس گمان پر کہ اس نے کسی قیمتی خزانے کا سراغ لگا لیا۔ خوشی کے مارے کپڑوں میں نہیں سمایا جا رہا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو پکارا، وہ آئے اور اس کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔ چرواہے کا اتنا خیال تو صحیح ثابت ہوا کہ اس غار میں کوئی مٹکا موجود ہے۔ لیکن مٹکے میں بھرا کیا تھا؟ نہ سونا تھا، نہ چاندی، یہ چمڑے کے پرانے اور بوسیدہ ٹکڑے تھے جو چرواہے اور اس کے ساتھیوں کے لئے کسی کام کے نہ تھے۔ ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا، اور انتہائی مایوسی کے عالم میں واپس چلے گئے ——— حکومت کو اس بات کا علم ہوا۔ اور یہ جگہ اپنی حفاظت میں لے لی۔ ماہرین آثار کو بلایا گیا۔ چمڑے کے یہ بوسیدہ ٹکڑے جو چرواہے نے کسی قیمت کے بھی نہیں سمجھے ماہرین آثار کے لئے سونے چاندی سے بڑھ کر قیمتی خزانہ ثابت ہوئے۔ انہوں نے اس قرب و جوار میں اور غاروں کی کھدائی کرا کر مزید اس قسم کے بیش بہا تاریخی مخطوطات کا سراغ لگا لیا۔ ان مخطوطات میں سے کچھ بطور نمونہ قدس اور کچھ عمان کے عجائب خانوں میں رکھ دئے گئے ہیں۔[1]

عمان کی دل شکن فضا

خیال تھا کہ عمان میں چار پانچ دن ضرور رہیں گے لیکن شہر کے اہم اور قابل دید مقامات دیکھنے کے بعد ہمارے لئے اس کا کوئی

---

[1] ترجمہ از کتاب "حقائق و معلومات" با دنیٰ تصرف

سامان باقی نہیں رہا۔ برعکس اس کے یہاں کی فضاء سے طبیعت کچھ مکدر سی ہوگئی۔ یہاں کی فحاشی اور عریانی تو کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کا اندازہ ہم پہلے سے نہ لگا چکے ہوں جس چیز نے ہمیں زیادہ دل برداشتہ کیا۔ وہ یہاں کے لوگوں کا ہمارے لباس اور ڈاڑھیوں کو نہ صرف تعجب کی نگاہ سے دیکھنا بلکہ ایک گونہ مذاق اڑانا تھا۔ ہم نے بارہا محسوس کیا۔ کہ یہ لوگ ہمیں دیکھ کر ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کرنے لگتے ہیں، بسا اوقات بچے مذاق کے طور پر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیتے ہیں۔ گویا کہ ہم اپنے لباس اور چہروں پر ڈاڑھی ہونے کی وجہ سے ایک عجیب وغریب نمونہ کے انسان ہیں جو ان کے شہر میں وارد ہوئے ہیں۔

ڈاڑھی کے ساتھ یہاں کے لوگوں کا یہ معاملہ دیکھ کر مجھے جامعہ کے ایک اردنی دوست کی ایک بات یاد آگئی۔ ایک دفعہ جامعہ کے مدیر تعلیم نے اس کو ڈانٹ کر کہا کہ تمہیں اگر یہاں رہنا ہے تو ڈاڑھی ضرور رکھنی پڑے گی۔ اس نے جواب میں کہا کہ جامعہ کے نظام کا احترام کرتے ہوئے میں ڈاڑھی رکھ لوں گا، لیکن ایسی ڈاڑھی سے آخر فائدہ کیا جو موسم گرما کی تعطیلات میں عمان کے ایئرپورٹ ہی پر دوبارہ مونڈھ لی جائے۔؟ اور یہ اس لئے کہ اردن کی فضا میں ہمارے لئے ڈاڑھی رکھنا ممکن نہیں ہے ــــ

ایک پُرلطف مجنون سے واسطہ

عمان شہر میں ڈاڑھی کے اس شدید فقدان کے باوجود آج جب میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد جا رہا تھا، تو ذرا دور سامنے سے ایک ڈاڑھی والا شخص فٹ پاتھ پر خراماں خراماں آتا ہوا نظر آیا۔ میں خوش تھا کہ برادری کا ایک آدمی تو مل گیا، لیکن آدمی جب قریب آیا تو اس کی چال ڈھال اور بری حالت سے صاف عیاں تھا کہ وہ پاگل ہے۔ پاگل بھی کس لطف کا پاگل تھا! اس نے بالکل قریب آکر جب مجھے دیکھا تو بڑی متانت اور سنجیدگی کے انداز میں مجھے مخاطب کرکے کہنے لگا کہ:

مرحبا یا مجنون۔ (خیر سے آئے دیوانے) اور یہ کہہ کر اپنی رفتار جاری رکھتے ہوئے استغراق کے عالم میں اسی طرح ڈوبا ہوا چلا گیا۔ اس مجنون نے مجھے مجنون کیوں سمجھا۔؟ غالباً اس لئے کہ لباس پوشاک اور وضع قطع کے اعتبار سے اس نے مجھے شہر کے دوسرے لوگوں سے مختلف پایا ہے

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قدس کو روانگی اور دریائے اُردن پر عبور

ایسی فضا سے دل برداشتہ ہو کر ہم نے آج ہی قدس (بیت المقدس) جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور ظہر کی

نماز پڑھ کر اس مبارک شہر کیلئے رختِ سفر باندھا جو مکہ اور مدینہ کے بعد کئی اسلامی مقدسات کو اپنی آغوش میں لینے کی وجہ سے مسلمانانِ عالم کا مرکزِ توجہ ہے۔

عمان سے قدس تک کا رستہ ہم نے بس پر سوار ہو کر کوئی ڈیڑھ گھنٹے میں طے کیا۔

دریائے اردن پر ہمارا عبور ہوا۔ یہ وہ دریا ہے جسکا پانی موڑ کر اسرائیلی مزید لاکھوں یہودیوں کو درآمد کرنے کے لئے خشک صحرا کو آباد کرنے کا انتظام کر سکا ہے۔ اردن کی زمین کو سیراب کرنے کیلئے اب اس میں بہت تھوڑا پانی رہ گیا ہے۔ اسرائیلی حکومت اپنی مجرمانہ سکیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے مسلسل کئی سال تک مصروفِ عمل رہی۔ عرب ممالک پر یہ بات اچھی طرح عیاں تھی۔ عربی صحافت لگاتار چیختی رہی، عرب ممالک کا ریڈیو اور خاصکر قاہرہ ریڈیو مسلسل دھمکیاں سناتا رہا۔ جب کام قریب الاختتام ہونے لگا، تو بڑے پیمانے پر قاہرہ میں عرب سربراہوں کی کانفرنس بلائی گئی۔ اس مسئلہ کو خفیہ اور علانیہ اجلاس میں خاص طور پر اٹھایا گیا۔ سادے عوام امید سے وابستہ تھے کہ گرجنے والے کبھی تو برسیں گے بھی۔ لیکن نتیجہ اس سے زیادہ نہ نکلا کہ:

"نشستند و گفتند و برخاستند"۔

بحیرۂ لوط

قدس جاتے ہوئے ذرا دور سے بحیرہ لوط نظر آیا۔ کہا جاتا ہے، کہ لوط علیہ السلام اور ان کی قوم اس بحیرہ کے قریب آباد تھی۔ اس بحیرہ کا علمی اور مشہور نام بحرمیّت ہے۔ اور یہ اس لیئے کہ اس میں مچھلیاں یا دوسرے جاندار نہیں پائے جاتے۔ اس بحیرہ میں معدنیات اور کیمیاوی مواد کا عظیم ذخیرہ پوشیدہ ہے جسکی مالیت ماہرین کی تخمین کے مطابق اربوں روپیے تک پہنچتی ہے۔ ان قدرتی ذخائر کو کام میں لانے کے ابتدائی تجربے کے طور پر عرب ممالک کی مساہمت سے ایک کارخانہ قائم کر دیا گیا ہے جس نے ابتدائی کام شروع کر دیا ہے۔ بحرمیّت کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ دنیا بھر میں سطحِ سمندر سے سب سے نیچی جگہ ہے۔

شام چار بجے کا وقت تھا کہ ہماری بس قدس پہنچ گئی بسوں کے اڈے پر مزدور اچک اچک کر ہمارا سامان اٹھا لینا چاہتے تھے۔ یہ مزدور زیادہ تر کمسن فلسطینی لڑکے تھے۔ ایک دو بچوں نے بغیر کہے ہمارا سامان بس کی چھت سے اتار دیا جب میں نے ان کو اس تصرف پر ڈانٹا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ: نحن اهل القران متلكم (ہم آپ کی طرح قرآن والے یعنی مسلمان ہیں۔)

اس بچے کا لب و لہجہ اس مختصر جملے کی شرح خود کر رہا تھا۔ اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ ہم اور آپ ایک اسلام کے رشتہ میں منسلک ہیں۔ اس لئے ہم اپنے ہم پیشہ اہل انجیل یعنی عیسائی مزدور

بچوں کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہیں۔ کہ آپ کام کا موقعہ دے کر ہماری مدد کریں —— اس بات سے ایک نتیجہ میں نے یہ نکالا کہ قدس میں مسلمان اور عیسائی اسطرح مل کر رہتے ہیں، کہ بسا اوقات تمیز مشکل ہو جاتی ہے۔ اور خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے اس تصریح کی ضرورت پڑتی ہے کہ میں مسلمان ہوں۔

انہی دونوں بچوں سے سامان اٹھوا کر ہم "فندق الہاشمی" میں گئے۔ حرم سے قریب تر ہوٹل یہی ہے۔ لیکن اس اضافی قرب کے باوجود یہ حرم سے کم از کم دو ڈھائی فرلانگ کے فاصلہ پر واقعہ ہوگا۔ بازار اور اس کے بعد تنگ اور پُرپیچ گلیوں سے گذر کر حرم جانا پڑتا ہے۔ ہم نے پونے دینار میں تین چار پائیوں کا کمرہ کرایہ پر لے لیا اور ذرا سستانے کے بعد حرم روانہ ہو گئے ——

حرم اور اس کے مقدسات

حرم کا اطلاق چار دیواری کے اندر اس وسیع علاقے پر ہوتا ہے جس میں مسجد اقصیٰ، مسجد صخرہ، جدار براق، حبس سلیمان، اصطبل سلیمان اور کئی دوسری چیزیں واقع ہیں۔ حرم کے چودہ دروازے ہیں، جن میں سے دس کھلے رہتے ہیں۔ ہم جس دروازے سے داخل ہوئے بطل حریت مولانا محمد علی جوہر کی قبر اس کے قریب واقع ہے۔ ہم نے مرحوم کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں اور اس کے بعد مسجد اقصیٰ میں چلے گئے۔

مسجد اقصیٰ

جس مقام کی عظمت و قداست قلب میں جاگزیں ہوتی ہے، اسکو پہلی بار دیکھ کر عموماً دل پر ایک ناقابل بیان کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت اگر میرے قلب پر آج سے چار سال قبل خانہ کعبہ اور روضہ مطہرہ کی اولین زیارت سے طاری ہوتی تھی تو آج مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر طاری ہو گئی ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کے ایک محدود حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس پہنچ جانا اور پھر یہاں سے ہفت آسمان کی سیر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا تاریخ اسلام کا کتنا عظیم باب ہے۔ جو اس خطۂ ارض سے وابستہ ہے۔ اسراء و معراج کی پوری داستان گویا کہ مجسم بن کر یہاں نظر آنے لگی۔

مسجد صخرہ

عصر کی نماز مسجد اقصیٰ میں پڑھ کر ہم صخرہ میں گئے۔ یہ مسجد مسجد اقصیٰ کے تقریباً بالمقابل اس چٹان کے اردگرد مثمن شکل میں واقع ہے جسکا ذکر قصۂ معراج

کی بعض روایات میں آتا ہے۔ مسجدِ صخرہ کی عمارت باجماع مورخین دنیا کی خوبصورت ترین عمارتوں میں سے ایک ہے۔ یہ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ۷۲ھ میں تعمیر کرائی تھی۔ مصر کا خراج مسلسل سات سال تک اس کیلئے وقف رہا۔ عمارت مکمل ہو جانے کے بعد ایک لاکھ دینار اس فنڈ سے بچ گئے۔ جو اس مسجد کے اخراجات کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ خلیفہ نے ان دیناروں کو ڈھال کر اس کی چادریں مسجد کے گنبد اور دروازوں کو چڑھا دیں۔

صلیبی لڑائیوں میں جب قدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہوا تو یہ مسجد انہوں نے گرجے میں تبدیل کر دی۔ صلاح الدین ایوبی نے جب قدس کو آزاد کرایا تو مسجدِ صخرہ سے عیسائی اثرات کو ختم کر کے اس میں کئی اصلاحات بھی کرا دیں۔ اس کے بعد مختلف ادوار میں ملوک و سلاطین اس میں حسبِ ضرورت اصلاحات کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ۱۹۶۷ء کی جنگِ فلسطین میں یہودی توپوں کی زد میں آنے کی وجہ سے مسجد کی دیواروں اور ستونوں کو کافی نقصان پہنچا۔ چنانچہ ان آخری اصلاحات کیلئے اعلیٰ سطح پر ایک بین الاسلامی مجلس قائم کر دی گئی اور تمام عرب اور اسلامی ممالک کی مشارکت سے اردن کے موجودہ بادشاہ شاہ حسین کے دور میں یہ اصلاحات پایۂ تکمیل تک پہنچیں ــــــ

حبسِ سلیمان اور اصطبلِ سلیمان

مسجدِ صخرہ کے بعد ہم حبسِ سلیمان اور اصطبلِ سلیمان دیکھنے گئے۔ عوام کا عقیدہ ہے کہ حبسِ سلیمان وہ جیل خانہ ہے جس میں سلیمان علیہ السلام نافرمان جنوں کو قید کر کے سزا دیا کرتے تھے اور اصطبلِ سلیمان میں سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے باندھے جاتے تھے۔ یہ اصطبل تنگ و تاریک زمین دوز گلی کی شکل میں ہے۔ اس کی دیواروں میں بہت ہی طویل و عریض اور وزنی پتھر لگے ہوئے ہیں۔ عوام کا خیال ہے کہ اتنے بڑے بڑے پتھر جنات ہی کے ذریعہ ان دیواروں میں لگائے جا سکتے ہیں۔

جمعہ ۸ جولائی ۱۹۷۷ء

کنیسۃ القیامہ

آج ہم نے "کنیسۃ القیامہ" دیکھا۔ یہ عیسائیوں کا وہ مقدس گرجا ہے جس میں ان کے حسبِ عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر موجود ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے جانے سے قبل چودہ۱۴ مراحل سے گذرے تھے جن میں آخری مرحلہ صلیب اور اس کے بعد قبر کا ہے۔ یہ مراحل چونکہ زیادہ تر اسی کنیسہ کی زمین پر پیش آئے اس لئے اس کنیسہ کو سب مسیحی فرقوں کے نزدیک ایک خاص شرف اور قداست حاصل ہے۔

ہر مسیحی فرقہ نے اس کے ایک مخصوص اور محدود حصے کی خدمت اپنے ذمے لی ہے۔ کنیسہ کے مختلف حصوں میں چودہ مراحل کی من گھڑت داستان کو تصویروں اور مجسموں کی صورت میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔

جامع عمر

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب قدس میں تشریف لائے تھے، تو انہوں نے من جملہ دوسرے مقامات کے "کنیسۃ القیامہ" بھی دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے جب نماز پڑھنے کے لئے کنیسہ سے باہر نکلنا چاہا تو کنیسہ کے پادریوں نے کہا آپ یہاں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں، لیکن حضرت عمرؓ نے کنیسہ میں نماز پڑھنا گوارا نہیں کیا اور فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ مسلمان اس فعل کو حجت بنا کر کنیسہ میں عبادت کو اپنا حق سمجھنے لگیں گے۔ چنانچہ باہر نکل کر کنیسہ سے چند قدم کے فاصلہ پر انہوں نے نماز پڑھی۔ اس جگہ پر بعد میں جو مسجد بنا دی گئی جو جامع عمر کے نام سے معروف ہے۔

معہد اسلامی

اس کے بعد ہم معہد اسلامی دیکھنے گئے۔ یہ معہد حرم کی حدود میں واقع ہے۔ اور بظاہر اردن میں یہ واحد ثانوی اسلامی مدرسہ ہے۔ معہد کے مدیر اور اساتذہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہمیں معہد کے نصاب اور طریقہ تعلیم سے متعارف کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے جدید اور قدیم دونوں علوم کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس میں کافی حد تک کامیاب ہیں۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ ان سے کہوں کہ اسی معہد کے سند یافتہ طالب علم ہمارے ساتھ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں شریک تعلیم رہے ہیں۔ ان میں سے ہم نے کوئی ایک بھی ایسا نہیں پایا جو جدید یا قدیم میں مہارت تو کیا معمولی صلاحیت بھی رکھتا ہو ——

ہم نے بھی اپنے ہاں کے اسلامی مدارس کے نصاب اور نظام تعلیم سے ان کو متعارف کیا۔ ان کو یہ معلوم ہو کر انتہائی تعجب ہوا کہ ہمارے مدارس کا فارغ التحصیل طالب علم بہت سی کتابوں کے علاوہ ہدایہ اور صحاح ستہ کی اکثر کتابیں شروع سے لیکر آخر تک پڑھ چکا ہوتا ہے۔ —— مدیر معہد نے عربی قہوہ سے ہماری ضیافت کی اور اس کے بعد نماز جمعہ کیلئے ہم مسجد اقصیٰ روانہ ہو گئے ——

بیت المقدس میں علم دین کی اس حالت زار کو دیکھ کر مجھے امام غزالی کا قصہ یاد آیا۔ میں نے سنا ہے کہ امام غزالی جب بیت المقدس میں آئے تو اس وقت یہاں پر دو سو علماء تدریس میں

(باقی صفحہ پر)